علمی مضامین سلسلہ نمبر ۶۷ ، قسط : ۱

" اَلحامد ٹرسٹ " نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جوتا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے ۔اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں ۔(اِدارہ)

کیا اِنسان چاند پر پہنچ سکتا ہے ؟

مسلمانوں کا خلاء کی تسخیر اَور دیگر اِیجادات میں حصہ

کولمبس عربوں کا ملازم، اہلِ مغرب کی غلط بیانیاں

آج کل تسخیرِ قمر کے سلسلہ میں سفر وحضر میں ہر جگہ اِسی بات کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ کیا اِنسان چاند پر پہنچ سکتا ہے یا نہیں ؟

کیونکہ عام طور پر یہ بات ذہنوں میں جمی ہوئی ہے کہ چاند آسمان میں گڑا ہوا ہے ۔ نجوم کے واقف بھی خواہ وہ یونانی (یورپین) فلسفہ پڑھے ہوئے ہوں یا ہندوستانی سب یہی کہتے ہیں کہ چاند آسمان میں گڑا ہوا ہے اَور علماء بھی کیونکہ قدیم یونانی فلسفہ ہی قدیم فتنوں کے رَد کے سلسلہ میں پڑھتے ہیں اَور فلکیات بھی قدیم ہی پڑھتے ہیں اِس لیے اُن کی تحریرات اَور تقاریر میں بھی یہی ملتا ہے اِس کی شہرت اِس دَرجہ ہوگئی کہ اِسے مذہبِ اِسلام کی تعلیم سمجھا جانے لگا ۔

حالانکہ قرآنِ پاک یا کسی صحیح حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ چاند فلاں آسمان میں ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ معراج کی شب حضور ﷺ نے فلاں نبی کو فلاں آسمان پر دیکھا ، چاند سورج وغیرہ کے دیکھنے کا کہیں ذکر نہیں ہے ۔ اگر چاند آسمان میں ہوتا تو حدیث میں ضرور ذکر فرماتے اَور قرآنِ پاک میں کوئی آیت نہیں جس میں یہ صراحت ہو کہ چاند آسمان میں گڑا ہوا ہے ۔

یورپ کے فرسودہ اَفکار :

دَراصل مسلمانوں میں یہ خیالات کہ چاند آسمان میں جما ہوا ہے وغیرہ وغیرہ یونان (یورپ) سے آئے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے تو ترکی پر حملے کیے گئے اَور کافی علاقہ فتح بھی ہوا اَور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عرصہ سے رائے تھی کہ بعض جزائر بھی فتح ہونے چاہئیں اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں اِجازت چاہی تھی کہ ہمیں اِجازت دیں کہ ہم جزیرۂ قبرص فتح کر لیں، یہاں عیسائی آکر بار بار چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں اَور یہ ہم سے اِتنے نزدیک ہیں کہ اُن کے کتوں کے بھونکنے کی آواز بھی آجاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں بحری جنگ لڑنی پڑے گی جس کا ہمیں تجربہ نہیں ہے کہیں ہمیں زیادہ نقصان نہ اُٹھانا پڑے اَلبتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اِجازت دے دی اَور جزیرۂ قبرص (جس پر آج کل یونانیوں اَور ترکوں کا جھگڑا ہے جیسے کشمیر پر ہندوستان و پاکستان کا ہے) فتح ہوگیا اَور عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہی میں قسطنطنیہ جسے اِستنبول کہتے ہیں جہاں سے یورپ شروع ہوتا ہے فتح ہوگیا پھر اِس سے آگے بھی یورپ کے علاقے مغلوب و مقہور ہوگئے اُن میں یونان بھی تھا۔ یونان تہذیب کا مرکز رہا ہے اِس میں بڑے بڑے نامور فلسفی سائنسدان گزرے تھے مثلاً اَرسطو، اَفلاطون، سقراط وغیرہ۔ فلاسفۂ یونان کے دو نظریے تھے :

ایک یہ کہ چاند آسمان میں ہے دُوسرا یہ کہ چاند آسمان کے نیچے ہے۔

جب یہ علاقہ مغلوب ہوا تو یہ خیالات اَور فنونِ عقلیہ میل جول کی وجہ سے مسلمانوں میں آنے لگے اَور عقائد میں بھی طرح طرح کی بحثیں چھڑنے لگیں جنہیں ''علمِ کلام'' کی صورت میں ضبط کیا گیا ہے اَور یہ کتابیں مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔

یورپی سائنس کا نقصان اَور علماء کی طرف سے اِس کا رَد :

حسن بصری رحمہ اللہ، اِمام اعظم رحمہ اللہ، اِمام اَبو یوسف رحمہ اللہ کے زمانہ میں لوگ فلسفہ سیکھتے رہے اَور طرح طرح کی موشگافیاں کرتے رہے اَور فرقۂ معتزلہ وجود میں آتا چلا گیا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے بعد اُن کے بیٹے مامون الرشید نے یونان سے کتابیں منگا کر اِن فنونِ عقلیہ کو حد سے زیادہ ترقی دی جس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ فرقۂ معتزلہ نے صحیح و غلط کی تمیز کے لیے عقل کو معیار بنایا حتّٰی کہ اُنہوں نے علوم اَور عقائدِ اِسلامیہ میں تاویلات شروع کردیں جو تفسیر یا حدیث اُن کی عقل کے مطابق ہوتی تھی اُسے مانتے تھے ورنہ حدیث کا اِنکار کر دیتے تھے چاہے وہ ائمہ و فقہاء و محدثین کے نزدیک معتبر ہی کیوں نہ چلی آ رہی ہو۔

معیار ''وحی'' ہے ''عقل'' نہیں :

یہ وہی عقائد و خیالات تھے جو آج نیچری اَور منکرِ حدیث طبقہ کے ہیں اُن کے نزدیک صحیح و غلط کا معیار ''عقل'' ہے وحی نہیں اَور ہمارے نزدیک معیارِ خطاء و صواب ''وحی'' ہے اَور عقل کو ہم وحی کے تابع رکھتے ہیں باوجودیکہ یہ فتنہ فرقۂ معتزلہ کی صورت میں سامنے آچکا تھا لیکن پھر بھی علماءِ دین فلسفہ سیکھنا سکھانا پسند نہیں کرتے تھے اَور علمِ کلام کی مباحث سے اَکثر اَکابر منع ہی فرماتے رہتے تھے حتّٰی کہ اِمام اَحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ آیا اَور اُس میں ایک بحث مسئلہ ''خلقِ قرآن'' پر چھڑی۔ اِمام صاحبؒ اَور دیگر حضرات کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائی گئیں بعض کو شہید بھی کیا گیا۔ آپ کے زمانہ میں منبر اَور عہدۂ قضاء دونوں ہی فرقۂ معتزلہ کے قبضہ میں آگئے [1] کیونکہ خلیفہ اِسی عقیدہ کا تھا اَور اُس دَور میں یہ فتنہ اِنتہائی عروج پر تھا۔

اِمام صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ وہ خلیفہ کے سامنے جب پیش ہوئے تو وہاں بعض فرقۂ معتزلہ کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے قاضی بھی فلسفی تھا وہ میرے دلائل کا جو میں نے قرآن و حدیث سے پیش کی تھیں کہ ''قرآنِ پاک کلام اللہ ہے مخلوق نہیں ہے'' جواب نہ دے سکے تو قاضی وغیرہ نے کہا کہ ''تمہارے پاس بس یہ قرآن و حدیث ہے۔'' اِمام اَحمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد اُس نے اپنے دلائل دیے جو (فلسفیانہ ہونے کے باعث) میں نہیں سمجھ سکا۔

---

[1] یعنی سیاسی اَور مذہبی دونوں کی قیادت اُن کے ہاتھ آگئی۔ محمود میاں غفرلہٗ

غرض جب یہ فتنہ شباب پر آیا تو علماء نے وہی بطلیموسی فلسفہ سیکھا جس کو یہ لوگ سیکھتے سکھاتے تھے پھر اِسی فلسفی رنگ میں جواب لکھنا شروع کیا اَور یہ تحریرات آج تک پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔

حدیث و تفسیر کی کتابوں میں جہاں جہاں چاند سورج وغیرہ کا ذکر آتا ہے وہاں اِسی فلسفہ کی روشنی میں بحث کی گئی ہے لہٰذا غیر شعوری طور پر علماء کا یہ ذہن بنتا گیا کہ ساتوں آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک ایک ستارہ یا سیارہ ہے۔ سورج، عطارد، زہرہ، مریخ، چاند وغیرہ اِن میں گڑے ہوئے ہیں حالانکہ قرآنِ پاک یا اَحادیثِ صحیحہ میں کہیں یہ نہیں بتلایا گیا۔

قرآن کا اِعجاز :

قرآنِ پاک کی آیات میں ایک ایسا اِجمال بھی ہے کہ جو کسی دَور میں اُسے سمجھنے میں رُکاوٹ نہیں بنتا لہٰذا وہ ہر زمانہ میں ایسا رہا ہے کہ چھوٹی بڑی اِستعداد والے سب ہی سمجھتے رہے ہیں اَور ہر زمانہ میں وہ صادق نظر آتا رہا ہے یہ قرآنِ پاک کا عجیب اِعجاز ہے ورنہ جب کوئی بات اِجمال کے ساتھ بیان کی جاتی ہے تو سمجھنی مشکل ہوتی ہے مگر قرآنِ پاک میں یہ بات نہیں ہے وہ پھر بھی بسہولت سمجھ میں آجاتا ہے اَور اُس کے کلماتِ پاک ہر زمانہ میں ہر دَور میں ہر نئی بات پر صادق آتے رہے ہیں اَور آتے رہیں گے مثال کے طور پر پہلے زمانہ میں آسمان پر کوئی نہیں چڑھا تھا مگر قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے :

﴿ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ﴾
(پارہ ۸ رکوع ۲)

''یعنی جسے حق تعالیٰ گمراہی پر چھوڑ دیں تو اُس کا سینہ (گھٹا ہوا) تنگ کر دیتے ہیں گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔''

اِس آیت کا مطلب گزشتہ پرانے زمانے میں بھی سمجھ میں آتا تھا کہ بہت بلندی پر دراز چڑھائی کی وجہ سے سینہ تنگ ہو جاتا ہے لیکن آج کے دَور میں اَور زیادہ واضح ہو گیا کہ واقعی جب بلندی پر پرواز کی جاتی ہے تو ۴۵ ہزار (فٹ) کے قریب اُوپر جانے پر آکسیجن کی کمی ہو جاتی ہے اَور سینہ گھٹنے لگتا ہے یہی قرآنِ پاک کا اِعجاز ہے۔ نیز قرآنِ پاک میں اِرشاد ہے :

﴿ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَّيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [۱]

''اَور گھوڑے پیدا کیے اَور خچریں اَور گدھے کہ اِن پر سوار ہو اَور زینت کے لیے۔ اَور (اُنہیں بھی) پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔''

اُس وقت موٹر کار، ریل، جہاز وغیرہ نہیں تھے لیکن یہ سب اِس جملہ میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ وہ چیزیں پیدا فرمائیں گے جو تم نہیں جانتے۔ اَب یہ دیکھیے کہ قرآنِ حکیم کی آیات میں بکثرت جگہ جگہ یہ ذکر موجود ہے کہ حق تعالیٰ نے اِنسانوں کے لیے فلاں فلاں چیزیں مسخر فرمائی ہیں اَور ساتھ ہی دعوتِ فکر و تدبر دی گئی ہے اَور یہ بھی اِرشاد ہوا ہے کہ یہ سب خداوندِ کریم کی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں ہیں۔

''تسخیر'' کا مطلب :

''تسخیر'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''تابعِ ارادہ'' کر لینے کے ہیں۔ کسی کو اَپنے اِرادہ کے تابع کر کے اُس سے کام لیا جاتا ہے اَور فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اِس لیے تسخیر کا لفظ قرآنِ حکیم میں فائدہ اُٹھانے کے معنٰی میں بھی آیا ہے۔ تو گویا یہ لفظ دونوں معنٰی (تابعِ ارادہ کرنے اَور فائدہ اُٹھانے کے معنٰی) میں اِستعمال ہوتا ہے مثلاً ایک آیتِ مبارکہ میں اِرشاد ہے :

﴿ وَالَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ. لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحَانَ الَّذِىْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ. وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾ [۲]

''اَور جس نے سب چیز کے جوڑے بنائے اَور تمہارے لیے کشتیوں اَور چوپایوں کو بنایا جس پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم اُس کی پیٹھ پر (ٹھیک طرح) سواری کرو پھر اپنے رب کا اِحسان یاد کرو جب اُس پر بیٹھ چکو اَور کہو پاک ذات ہے وہ جس نے اِس کو ہمارے بس میں کر دیا اَور ہم اِس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے اَور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے۔''

---

[۱] پ ۱۴ سُورہ نحل رکوع ۱ [۲] پ ۲۵ سُورہ زُخرف رکوع ۱

اِس آیتِ مبارکہ میں وہ چیزیں ذکر فرمائی گئی ہیں کہ جن سے ہم کام لیتے ہیں کشتیاں اَور سواریاں سب خدا ہی نے ہمارے نفع کے لیے بنائی ہیں یعنی اِن کی ساخت ہمارے ذہنوں پر اِلہام و اِلقاء فرمائی لٰہذا اللہ ہی کی ذات ہے جس نے اِنہیں ہمارے لیے مسخر فرمایا ہے اَور ہمارے فکر و تدبیر کو کارآمد بنایا۔﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا ..... الآیة ﴾ دُوسری جگہ اِرشاد ہے :

﴿ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾ [1]

''اللہ نے تمہارے کام میں لگا دیا رات دِن، سورج اَور چاند کو اَور ستارے اُس کے حکم سے کام میں لگے ہیں یقینًا اِس میں سمجھ والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

یہاں دِن و رات کے مسخر ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ بھی ہمارے لیے مسخر کیے گئے ہیں یعنی اِن میں ہمارے لیے منافع مقدر فرمائے گئے ہیں اگرچہ دِن و رات ہمارے اِرادہ کے تابع نہیں ہیں اَور ہم اُن سے جب چاہیں جیسے چاہیں کام نہیں لے سکتے۔

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُوْلِی الْاَلْبَابِ. الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [2]

''یقینًا آسمان و زمین کا بنانا اَور رات دِن کا آنا جانا اِس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں کہ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اَور کروٹ پر لیٹے اَور آسمان و زمین کی پیدائش میں تفکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا تو سب عیبوں سے پاک ہے سوائے خدا ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

غرض مسخر کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے اَور کس چیز سے کتنا نفع اُٹھا سکتے ہیں اِس کی تحدید نہیں کی گئی۔ ایک جگہ چاند و سورج کی تسخیر کا ذکر ہے۔

---

[1] پ۱۴ سُورہ نحل رکوع۲ [2] پ۴ سُورہ آل عمران رکوع ۱۱

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَاٰتٰكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴾ [1]

''اَور تمہارے کام میں سورج اَور چاند کو ایک دستور پر برابر (لگادیا) اَور تمہارے کام میں رات اَور دِن کو لگادیا اَور ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی تم کو دیا اَور اگر اللہ کے اِحسان گنو تو پورے نہ کرسکو۔ یقیناً اِنسان بڑا بے اِنصاف اَور ناشکر ہے۔''

اِس میں تسخیر کا ذکر فرمانے کے بعد فطرتِ اِنسانی کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے کہ اِنسان بہت ظلم کرتا ہے بہت کفرانِ نعمت کرتا ہے حالانکہ اِنسان پر ہمارے اِنعامات اِتنے ہیں کہ وہ شمار نہیں کرسکتا۔ ہر سانس نعمت ہے ہر لقمہ نعمت ہے ہر گھونٹ نعمت ہے پھر جو کچھ بھی طلب کرتا ہے اُسے دیا جاتا ہے۔

یہ بات بھی اِس آیتِ مبارکہ سے واضح ہورہی ہے کہ اِنسان بلاقید مذہب وملت وملک اِن تمام نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے اَور دُنیا میں یہ اَور سب نعمتیں سب کو عنایت ہوتی ہیں لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ سائنس میں ایک مسلمان کو ترقی ہو کافر کو نہ ہو۔

''سائنس'' اَور مسلمان :

اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سائنسی معلومات میں مسلمانوں نے بہت ترقی کی تھی اَور آج کی اَقوامِ عالم مسلمانوں کی ہی خوشہ چین ہیں۔ سقوطِ قرطبہ (اِسپین) کے بعد اُس کی کتابیں ۱۴۰۰ عیسوی میں یورپ کی حکومتوں میں پہنچیں تقریبًا سو سال اُن کو اِن کتابوں کے سمجھنے میں لگے پھر اِیجادات شروع کردیں۔

اَجرامِ فلکی کے نام :

فلکیات میں مسلمانوں کی ترقی کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ بہت بہت دُور واقع ستاروں کے نام اُن قدیم کتابوں میں موجود ہیں جو اَب تک یورپین حکومتوں کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں اَور بہت سے ناموں سے اَنداز ہوتا ہے کہ یہ عربی سے لیے گئے جیسے دُبِّ اَکْبَرْ (ستاروں کے مجموعہ کا نام ہے) عربی میں پہلے رکھا گیا پھر اَنگریزی میں لیا گیا وغیرہ۔

[1] پ ۱۳ رکوع ۱۷

علامہ اِقبال نے اِن ہی سائنسی خزانوں کی طرف اِشارہ کر کے مرثیہ کہا ہے :

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ ایک عارضی شے تھی
نہیں دُنیا کے آئینِ مسلم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی ، کتابیں تیرے آبا کی
جنہیں یورپ میں گر دیکھیں تو دِل ہوتا ہے سیپارا

غنی روزِ سیاہِ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اَش روشن کند چشم زُلیخا را

یعنی جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اَولاد حضرت یوسف علیہ السلام جب آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کے قابل ہوئے اَور بڑے ہوئے تو بجائے اِس کے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنتے وہ زُلیخا کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اَور حضرت یعقوب علیہ السلام کی غمِ فراق میں بینائی بھی جاتی رہی۔ اِسی طرح یہ کتابیں اَور تحقیقات جن سے اِیجادات ظہور میں آتیں جب وقت آیا تو ہم سے چھن گئیں ہم بجز کفِ اَفسوس ملنے کے اَور کچھ نہیں کر سکتے اَور دُشمنانِ اِسلام اِن سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں، سچ ہے ﴿ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ﴾ [1]

''تو جسے چاہے سلطنت عطاء کر دے اَور جس سے چاہے سلطنت چھین لیوے اَور جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذِلت دے۔''

آقائے نامدار ﷺ سے پہلے بھی دیگر اَنبیائے کرام نے ہی خلقِ خدا کو ضروریاتِ زندگی سکھائیں بہت سی صنعتیں جیسی جیسی ضرورت ہوتی رہی اَنبیائے کرام تعلیم فرماتے رہے۔

''خلاء'' اَور اَنبیاء علیہم السلام :

بعض اَنبیاء کی طرف مشہور فلاسفہ کی نسبت بھی کی گئی ہے کہ وہ اُن اَنبیاء کے شاگرد تھے مثلاً یہ

---

[1] پ ۳ رکوع ۱۱

کہ فیثا غورث حضرت سیّدنا اِدریس علیہ الصلوۃ والسلام کے شاگرد تھے اَور اُن کا نظریہ ستاروں، سیّاروں اَور اَفلاک کے بارے میں وہ تھا جو آج کے فلسفۂ جدید اَور سائنس کا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ہمارے مدارس میں بطلیموس کا فلسفہ اَور علمِ ہیئت میں اُس کے نظریات سکھائے جاتے ہیں جس کی وجہ وہ تاریخی حالات ہیں جو اُوپر گزرے جن کے تحت علمائے کرام نے فلسفہ سیکھا اَور اُسی طرز پر معتزلہ (نیچری فرقہ) کا رَد لکھا اِس (یورپی) فلسفہ کی رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند آسمان میں گڑا ہوا ہے قرآنِ پاک یا اَحادیث میں یہ نہیں ہے [۱] سائنس مسلمانوں کے گھر کی چیز تھی مسلمانوں نے بہت بہت اِیجادات کیں۔

نبی علیہ السلام کا اِرشاد اَور ''راکٹ'' :

خود جنابِ رسالت مآب ﷺ نے بعض ایسے جنگی اُصول بتلائے جو آج تک تسلیم کیے جاتے ہیں اَور آئندہ بھی مانے جائیں گے مثال کے طور پر آپ نے ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ﴾ (پ۱۰ رکوع ۴) (اُن کی لڑائی کے واسطے جو کچھ قوت جمع کرسکو تیار کرو) کی ہدایت کے ساتھ یہ اُصول تعلیم فرمایا : اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ (ترمذی کتاب التفسیر) دیکھو ! اَصل طاقت پھینکنے کی ہوتی ہے۔

چنانچہ تیر اَندازی سے لے کر بین البراعظمی میزائلوں تک سب اِس اصول کے تحت داخل ہیں طائف کی لڑائی میں منجنیق اِستعمال کی گئی یہ دُشمن پر آگ کا گولا پھینکنے کے کام کرتی تھی۔

''بارُود'' اَور مسلمان :

پھر مسلمانوں نے کیا کیا اِیجادات کیں اِس کا اَندازہ اِس سے لگائیے کہ بارُود کا اِستعمال مسلمانوں نے سب سے پہلے شروع کیا، اِسپین اَور سسلی کے کارخانوں میں بوتلوں میں ایک مسالہ بھرا جاتا تھا جنہیں مشینوں کے ذریعہ دُشمنوں پر پھینکا جاتا تھا۔

---

[۱] اَب کافی عرصہ سے دینی مدارس میں جدید فلسفہ، سائنس اَور دیگر علومِ عصریہ بھی پڑھائے جاتے ہیں، قدیم فلسفہ بعض قدیم اِصطلاحات سے باخبر رہنے کے لیے بہت تھوڑی مقدار میں بقدرِ ضرورت پڑھایا جاتا ہے۔ محمود میاں غفرلہٗ

یورپ کے مؤرخین راجر بیکن کو بارُود کا موجد قرار دیتے ہیں حالانکہ اُس نے بارُود سازی عربی کتاب اَلْنِیْرانُ الْمُحْرِقَۃُ سے سیکھی تھی۔ (تمدن عرب)

''توپ'' :

توپ اَفریقہ کے باشندے سردار یعقوب نے اِیجاد کی اَور ۱۲۰۵ء میں اِستعمال کی۔ راجر بیکن کو اِس کا موجد کہنا درست نہیں۔

عینک شیشہ، گھڑی اَور ہوائی مشین :

اِسپین کے ایک مسلمان سائنسدان نے جس کا نام حکیم عباس تھا عینک کا شیشہ، گھڑی اَور ہوا میں اُڑنے والی مشین اِیجاد کی، یہ ہیلی کاپٹر یا ہوائی جہاز جیسی چیز ہوگی۔

''مصنوعی چاند'' :

ایک ترکستانی سائنسدان حکم بن ہاشم نے جو نخشب کا رہنے والا تھا اَور بغداد میں اُس نے سائنس کی تعلیم حاصل کی تھی ایک مصنوعی چاند بنایا تھا جس سے سو مربع میل علاقہ روشن ہو جاتا تھا اُس کی یہ اِیجاد ''مَہِ نخشب''[۱] کے نام سے معروف چلی آتی ہے۔

''کیمسٹری'' اَور مسلمان :

جَابِرُ بِنْ حَیَّانْ، علمِ کیمیا میں ایک کامیاب شخص تھا اُس نے قسم قسم کے تیزاب اِیجاد کیے، سونا بنانے کے اُصول بتلائے (یہ فن آج تک بھی ایسا ہے کہ اِس کے جاننے والے ایشیا میں اَب بھی مِل جاتے ہیں اَور سستی چیزوں سے قیمتی دھاتیں بنا لیتے ہیں۔ اِس میں اَب تک بھی یورپین سائنسدان کامیاب نہیں ہو سکے) یہ شخص کثیر التصانیف بھی تھا اِس کی تصانیف کا یورپ میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

ہارون الرشید نے ۷۶۸ء میں شارلیمان کو تحائف میں ایک گھڑی دی اُس میں سورج اَور چاند بنائے گئے تھے۔ ہر گھنٹہ پر ٹن، ٹن، یہ گھنٹی بھی بجاتی تھی۔

---

[۱] نَخْشَبْ کا چاند

''قطب نما'' اَور مسلمان :

قطب نما بھی عربوں کی اِیجاد ہے یہ بہت اَعلیٰ دَرجہ کے جہاز راں ہوتے تھے، اِنڈونیشیا اَور چین تک وہ جہاز لے جایا کرتے تھے۔

''کولمبس''......عربوں کا نوکر :

اَور کولمبس بھی عربوں ہی کا ملازم یا غلام تھا جو اَمریکہ کی سرزمین پر جایا کرتے تھے اَور وہاں کی پیداوار میں سے جواہرات وغیرہ لایا کرتے تھے۔

''کاغذ'' کی صنعت :

صنعتِ کاغذ سازی چینیوں کی اِیجاد تھی اَور ہارون الرشید کے زمانہ میں بغداد میں باقاعدہ سب سے پہلا کارخانہ بنایا گیا۔ ہمارے یہاں بھی کاغذ بسہولت بنایا جاتا تھا، ڈیرہ اسمٰعیل خان وغیرہ میں گھروں میں بہت اچھا کاغذ بنایا جاتا تھا۔ مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہم کے دادا صاحب نے جو گُلاچی کے رہنے والے تھے، اپنے دستِ مبارک سے کاغذ اَور عمدہ روشنائیاں بنائیں اَور کتابیں لکھیں جو اُن کے پاس موجود ہیں۔

''چیچک'' کا ٹیکہ :

چیچک کا ٹیکہ مسلمانوں کی اِیجاد ہے۔ یورپ والوں نے ۱۷۲۱ء کے بعد قسطنطیہ سے سیکھا تھا۔

''آنکھ کا آپریشن'' :

آنکھ کا آپریشن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ہونے لگا تھا، اَسماء الرجال کی کتابوں میں ہے حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہما سے اُن کی آنکھ کے آپریشن کے لیے عرض کیا گیا مگر اُنہوں نے اِنکار فرما دیا۔

عمارتیں، ڈیم اَور اَیشیا :

عمارتی دُنیا میں تو ایشیا نے کئی بار بہت ترقی کی ہے۔ ملکہ سباء کا محل اِکیس منزلہ تھا اَور اہلِ یمن

نے نہایت عظیم بند تعمیر کر کے نہریں نکالی تھیں، اُن کی ترقی اَور زوال کا حال بائیسویں پارہ میں سورۂ سباء کے دُوسرے رکوع میں ہے۔

آسمان :

اَلبتہ آج کی سائنس آسمان کا وجود نہیں مانتی لیکن سب سائنسدان اپنی معلومات کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو چیز ہمارے علم کے اِعتبار سے آج درست ہے وہ کل غلط ہو سکتی ہے اِس لیے ہو سکتا ہے کہ اُنہیں آج تک یہ بعید و شفاف چیز نظر نہ آئی ہو جس کے بارے میں باری تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ

﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴾ (پ ۲۷ رکوع ۲)

''اَور ہم نے آسمان بنایا قدرت و قوت سے اَور ہم وسیع القدرت ہیں (اِس سے بھی بڑی چیز پیدا کر سکتے ہیں)۔''

﴿ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ . فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ﴾ (پ ۲۴ رکوع ۱۶ حٰم السجدہ)

''پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اَور وہ دھواں تھا۔ سو اِس سے اَور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر کر دیے وہ سات آسمان ...... الآیۃ ۔''

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا . رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا . (پارۂ عم رکوع ۴)

''کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا ؟ اُس نے اُس کو بنایا، اُس کا اُبھار اُونچا کیا پھر اُس کو برابر کیا۔''

جبکہ ہماری دُوربینوں کی رسائی وسعتِ عالم کے اِعتبار سے بہت کم ہے اَور جو کچھ نظر آتا ہے اُس کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی ہے جو ہم دیکھ کر سمجھ رہے ہیں یا کچھ اَور۔

اَور عالم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ نظامِ شمسی سے قریب ترین ستارہ کا فاصلہ ''روشنی کے

ساڑھے چار سال'' ہیں۔ اَور ایک سال میں روشنی کی رفتار اَڑسٹھ کھرب پینسٹھ اَرب میل سے زیادہ ہوتی ہے تو اِس ستارہ کا فاصلہ تین پدم میل سے زیادہ ہوا۔ یہ قریب ترین ستارہ کا فاصلہ ہے۔

ہمارا نظامِ شمسی :

ہماری گلیکسی (یعنی ستاروں کے ایک خاص نظام کا جھرمٹ جس میں کروڑوں یا اَربوں یا اِن سے بھی زائد سیارے اَور ستارے واقع ہیں اَور اِس کی شکل ایسی ہے جیسے گلی کی جس سے بچے کھیلتے ہیں) اِس کا عرضًا فاصلہ بیس ہزار روشنی کے سال ہیں اَور طولاً ایک لاکھ سال ہیں۔ اَور سورج سے عرضًا گلیکسی کے قریب ترین سرے کا فاصلہ تقریبًا ڈھائی ہزار روشنی کے سال اَور طولاً قریب ترین سرے کا فاصلہ دس ہزار روشنی کے سال ہیں۔

یہ ہماری گلیکسی کی وسعت کا حال ہے اَور گلیکسیاں اِتنی زیادہ ہیں کہ اُن کی صحیح تعداد اللہ ہی جان سکتا ہے۔ اِس سے عالموں کی وسعت کا اَندازہ کیجیے اَور آیتِ مبارکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے محظوظ ہو جیئے۔ ہم رب العالمین کے نظام کا تصور بھی نہیں کر سکتے ایک عجیب نظام ہے۔ جب سائنسدانوں سے معلومات حاصل کرتے ہیں تو ایک مجذوب کی بڑ لگتی ہے حالانکہ وہ مشاہدات اَور حساب سے بتلاتے ہیں۔

ہماری گلیکسی کے قریب ترین سرے کا فاصلہ سورج اَور زمین سے تقریبًا ڈھائی ہزار نوری سال ہے (کیونکہ سورج کا زمین سے (روشنی کی رفتار کے مطابق) صرف آٹھ ساڑے آٹھ منٹ کا فاصلہ ہے، وہ نو کروڑ تیس لاکھ میل دُور ہے تو سورج اَور زمین دونوں ہی سے گلیکسی کے سرے کا فاصلہ بالکل ایک سا ہوا)۔

ہمارے پاس کوئی سواری ایسی نہیں ہے نہ ہی ایسی سواری اِیجاد کر سکنے کا اِمکان ہے کہ جو روشنی کی رفتار کے برابر ہو سکے اَب تک جو تیز سے تیز رفتار سواری اِیجاد ہو سکی ہے اُس کی رفتار سات میل فی سیکنڈ ہے جبکہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔

اِس لیے عمرِ اِنسانی اَپنی گلیکسی کے پار کرنے کے لیے بھی ناکافی ہے۔ اَور ہو سکتا ہے کہ آسمان

اِن سب گلیکسیوں کو محیط ہو۔ ہم سے بعید ترین گلیکسی کا فاصلہ پانچ اَرب لائٹ ریز ہے تو اَندازہ کیجیے کہ آسمان کتنی وسعتوں پر حاوی ہوگا۔ سچ اِرشاد ہے : ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴾ ''اَور ہم نے آسمان کو اَپنی قدرت سے بنایا اَور یقینًا ہم بہت وسعت پیدا فرمادینے والے ہیں۔''

اِس حساب سے آسمان تک اِنسان مادّی طاقت سے کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ تو وسعتِ عالم کا ذکر تھا جہاں تک اِنسان کی نظر یا قیاس پہنچا اَب اُن عالموں میں واقع اَجرام کتنے بڑے بڑے ہیں اُن کا ایک اَندازہ اِس سے کیجیے کہ سورج زمین سے تین لاکھ تیس ہزار گنا بڑا ہے۔ اَور بیٹل گیکس (Betelgeuse) سورج سے اَسی ہزار گنا بڑا ہے۔

میں نے یہ معلومات اہلِ فن سے حاصل کی ہیں اُن کی مدد سے اِس موضوع پر جدید کتابیں دیکھی ہیں خصوصًا جناب ملک فقیر محمد صاحب ڈائریکٹر موسمیات ملتان سے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا

خلاصہ یہ ہوا کہ آسمان کا وجود ہے چاہے وہ کسی بھی چیز سے نہ دیکھا جا سکتا ہو کیونکہ قرآنِ حکیم میں بتلایا گیا ہے۔ اَور ممکن ہے چاند یا کسی دُوسرے سیارے پر پہنچنے کے بعد کبھی دُوربینوں سے اِنسان دیکھ بھی سکے۔ اَور شاید وہاں آسمان کی طرف زیادہ صاف طرح نظر جا سکے اَور آسمان کا وجود نظر بھی آسکے کیونکہ وہاں فضاء زیادہ صاف ہوگی۔

سائنسی تحقیقات خود سائنسدان کی نظر میں :

اَور اگرچہ آج تک سائنسدان آسمان نہیں دیکھ سکے لیکن کل کیا ہوگا ؟ اِس کے بارے وہ خود بھی قائل ہیں کہ ''جو کچھ آج ہمارے نزدیک صحیح ہے وہ کل (تجربہ سے) غلط ہوسکتا ہے۔''

اَور قرآنِ حکیم کی یہ آیتِ مبارکہ سائنسدان غور کریں تو نہ معلوم کتنی اَور حقائق کی نشاندہی کرے گی۔ اَرشاد ہے :﴿ اَوَلَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ﴾ (پ ۱۷ رکوع ۳) ''کیا اُن کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان وزمین بند تھے پھر ہم نے اُن کو کھول دیا ہے۔''

(جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۶۷ ، قسط : ۲، آخری

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

کیا اِنسان چاند پر پہنچ سکتا ہے ؟

سفرِ معراج کی رفتار۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر جانا، آنا ''رُوحانی قوت'' وقت اَور مسافت سے آزاد ہے۔ نیند کی حقیقت

قرآنِ حکیم میں اِرشاد ہے :

﴿ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ. اِنَّ فِیْ ذَالِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (پ ۵ سُورہ جاثیہ رکوع ۱۸)

''اَور جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اَور جتنی چیزیں زمین میں ہیں اُن سب کو اَپنی طرف سے تمہارے کام میں لگا دیا۔ اِس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو دھیان کرتے ہیں۔''

﴿ وَسَخَّرَلَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَیْنِ ﴾ (پ ۱۳ رکوع ۱۷)

''اَور کام میں لگا دیا تمہارے سورج اَور چاند کو برابر۔''

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَلَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ﴾ (پ ۲۱ رکوع ۱۲)

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیے جو کچھ آسمانوں میں اَور جو کچھ زمین میں ہے۔ اَور تم پر اَپنی نعمتیں کھلی اَور چھپی پوری کر دیں۔''

اَور سُورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں اِرشاد ہے :

﴿ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ . لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ . فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [1]

یعنی تم آسمان میں دَرجہ بدرجہ (چڑھو گے) سوار ہوگے۔ اُنہیں (منکرین کو) کیا ہوا ہے کہ وہ اِیمان نہیں لاتے۔''

اِس سے آگے آیتِ سجدہ ہے جو اِس بات کی علامت ہے کہ یہ ایک خاص چیز ہے اَور خدا کی قدرت کی خاص نشانی ہے کہ چھوٹے سے اِنسانی دماغ میں یہ صلاحیتیں ودِیعت فرمائیں جن سے وہ آسمان کی طرف اِتنی پرواز کر سکے۔ کرۂ اَرضی سے کرۂ قمری پر جانا ایک عظیم کام ہے اِنسان نے اِس کا منصوبہ زمین پر رہتے ہوئے بنایا ہے نیز اِس آیتِ مبارکہ سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِنسان چاند کی طرف سفر کرے گا اَور اُس میں کامیاب ہوگا۔ واللہ اعلم

اَلبتہ سورۂ ملک کی آیتیں بظاہر مشکل الحل نظر آتی ہیں فرمایا گیا ہے :

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ طِبَاقًا مَّا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ. وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ ﴾ [2]

''جس نے بنائے سات آسمان تہہ پر تہہ، کیا تم رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق دیکھتے ہو (یعنی نہیں دیکھتے) پھر دوبارہ نظر دوڑاؤ کہیں تمہیں کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ پھر لوٹا کر نظر ڈالو دو دو بار، لوٹ آئے گی تمہارے پاس تمہاری نگاہ رَد ہو کر تھک کر۔ اَور ہم نے سب سے وَرلے آسمان کو چراغوں سے رونق دی اَور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ (بھی) بنایا ہے۔''

اِس میں ایک اِشکال تو یہ ہے کہ آسمان کا نظر آنا ثابت ہو رہا ہے حالانکہ جدید تحقیق کے مطابق وہاں تک نظر نہیں پہنچتی۔

---

[1] پارہ ۳۰ رکوع ۹ [2] پارہ ۲۹ رکوع ۱

اِس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اِس کے صحیح مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں اَور اُن کی نظر مبارک کا آسمان تک پہنچنا معجزہ سے بعید نہیں۔

دُوسرے یہ عرض ہے کہ اِن آیات کی تفسیر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے کچھ تو (یورپ کے) فلاسفۂ قدیم کے نظریے سے کی ہے اَور زیادہ حصہ ایسی طرح سے کی ہے کہ جس سے آج کے بھی تمام اِشکالات رفع ہوجاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں :

﴿ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ﴾ اَپنی آنکھ عالمِ علوی کی طرف پھیرو کیونکہ پیدا ہوانے والی اَور صحیح اَور غلط ہونے والی چیزوں کا اَصل مبدأ وہی ہے اَور جب تک کسی چیز کی اَصل میں خلل نہیں آتا ہے اُس وقت تک اُس چیز میں بھی کسی طرح کا نقصان نہیں آتا۔

﴿ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴾ کیا تم عالمِ علوی میں کوئی شگاف یا دَراڑ جو اُس کی حکمت کا نقص ظاہر کرے دیکھتے ہو ؟ اَور اگر ایک دفعہ دیکھنے سے تشفی نہ ہو اَور خیال ہو کہ پہلی دفعہ دیکھنے کا اِعتبار نہیں ہوتا تو ﴿ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ ﴾ پھر اَپنی عقل کی آنکھ کو پھرا کر دیکھو اَور اِس عالم کے اَحوال کو مکرر دیکھو ﴿كَرَّتَيْنِ ﴾. ﴿ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا ﴾ تمہاری طرف نظر کُھد یڑی ہوئی لوٹ آئے گی ﴿وَهُوَ حَسِيْرٌ ﴾ وہ تھکی ہوئی اَور عاجز ہوگی۔

پھر ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا ﴾ کی تفسیر میں اِرشاد فرماتے ہیں : جاننا چاہیے کہ کسی مکان کو چراغوں سے مزین کرنا اِس بات پر موقوف نہیں کہ سب چراغ اُسی مکان میں رکھے ہوں بلکہ اُوپر سے رسیوں اَور زنجیروں سے قندیلوں کو اِس طرح لٹکا دینا کہ اُس کی روشنی سے وہ سب مکان روشن ہوجائے اِسی کا نام ''زینت'' ہے۔

ہم حضرت شاہ صاحبؒ کے اِس جملہ کو فلسفہ قدیم کی نظر سے نہ دیکھیں جس کا اُس وقت تک رواج تھا تو آج یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ چاند سورج وغیرہ سب آسمان سے نیچے معلق ہیں اَور اِن سے آسمان کو زینت بخشی گئی ہے اَور عالمِ غیب کے اَور بھی کام لیے جاتے ہیں مثلاً عالمِ غیب کے علوم شیاطین نہ اَخذ کرسکیں اَور اُنہیں مار بھگایا جائے۔

''سَمَاء'' کی تشریح :

ممکن ہے کہ کسی کو یہ اِشکال ہو کہ قرآنِ پاک کی آیت میں لفظ ''سماء'' آیا ہے تو اِس سے آسمان ہی مراد ہوگا آسمان کی سمت مراد نہیں ہو سکتی۔

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ''سماء'' عربی زبان میں آسمان کو بھی کہتے ہیں اَور آسمان کی جہت کو بھی۔ اِس لیے ہمارے سر کے اُوپر کی سمت جو کچھ ہے وہ سب سماء (آسمان) ہے اِسی لیے قرآنِ پاک میں کہیں تو اِرشاد ہے :

﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴾ (پ ۱۹ رکوع ۳)

''یعنی ہم نے آسمان کی طرف سے پاکی حاصل کرنے کا پانی اُتارا۔''

﴿ وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ ﴾ (پ ۱۴ رکوع ۲)

''اَور ہم نے رَس بھری ہوائیں چلائیں۔''

﴿ وَهُوَالَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ﴾ (پ ۸ رکوع ۱۴)

''اَور وہی ہے جو خوشخبری لانے والی ہوائیں بارش سے پہلے چلاتا ہے۔''

گویا کہیں تو یہ بتلایا گیا ہے کہ آسمان سے پانی اُتارا اَور کہیں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہم ہواؤں کے ذریعہ پانی بھیجتے ہیں۔

اَور آسمان سے آسمان کی سمت کی چیزیں مثلاً بارش مراد لینی عربی محاورہ ہے چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے کہ :

؎ اِذَا نَزَلَ السَّمَاءُ بِاَرْضِ قَوْمٍ رَعَيْنَاهُ وَاِنْ كَانُوْا غِضَابًا

جب آسمان (بارش) کسی قوم کی سرزمین پر برستی ہے تو ہم (اُس قوم کی چراگاہ میں بزور بھی اَپنے جانوروں کو) چرا لیتے ہیں چاہے اُس قوم والے ناراض اَور غصہ ہی کیوں نہ ہوں (کیونکہ ہم بہت بہادر اَور غالب ہیں کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا)۔

اِس شعر میں ''آسمان کے اُترنے'' کا لفظ اِستعمال کیا گیا ہے اَور مراد ''بارش'' ہے جو آسمان کی طرف سے آتی ہے۔

''فَلَکٌ'' کی تشریح :

یہاں یہ بات واضح کرنی بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ قرآنِ پاک میں ''فلک'' کا لفظ بہت جگہ اِستعمال ہوا ہے وہ ''سماء'' کے معنی میں نہیں ہے۔

قرآنِ حکیم میں ایک جگہ چاندوسورج کی چال کے متعلق اِرشاد ہے :

﴿ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْن ﴾ (پ ۱۷ رکوع ۳)

اِس کا ترجمہ حضرت اَقدس مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے یہ کیا ہے کہ ''ہر ایک، ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں'' اُنہوں نے فلک بمعنی ''دائرہ'' لیا ہے نہ کہ ''آسمان'' (اَور یہ جملہ سُورۂ یٰسٓ شریف میں بھی ہے)۔ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے جو کچھ فرمایا ہے اُس کی صحت کے لیے میں اَسلاف کے حوالے نقل کرتا ہوں۔ دیکھیے بخاری شریف میں ہے :

وقال الحسنؒ : فِیْ فَلَکٍ مِثْلِ فَلْکَةِ الْمِغْزَلِ یَسْبَحُوْنَ یَدُوْرُوْنَ [۱] یعنی کاتنے کے تکلے کی طرح یا اَپنے مدار پر اَور یَسْبَحُوْنَ کا مطلب ہے کہ گھومتے ہیں۔

حاشیہ میں ہے کہ حسن سے مراد حسنِ بصریؒ ہیں وہ سترہویں پارہ کی آیت کی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں۔ اَور اِبن عیینہ نے اِسے بسندِ موصول نقل کیا ہے اُنہوں نے کہا ہے کہ '' فَلَکٌ'' مدارِ نجوم کو کہتے ہیں اَور فلک عربی زبان میں ہر گول چیز کو کہتے ہیں اَور اِسی سے لے کر کاتنے کے تکلے کو کہنے لگے۔

چاند کی چال کے بارے میں سُورۂ یٰسٓ میں اِرشاد ہے :

﴿ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴾ [۲]

''اَور آفتاب اَپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اَندازہ باندھا ہوا ہے اُس کا جوزبردست علم والا ہے۔''

اَور سورۂ ''رحمٰن'' میں اِرشاد ہے :

---

[۱] بخاری شریف کتاب التفسیر رقم الحدیث ۴۷۳۹ [۲] پارہ ۲۳ رکوع ۲

﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾ (پارہ ۲۷ رکوع ۱)
''سورج اَور چاند کے لیے ایک حساب ہے۔''
اِس کی تفسیر میں بخاری شریف میں ہے کہ چاند وسورج کی گردش ایسی ہے جیسے چکی کی۔
﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴾ قال مجاھد کَحُسْبَانِ الرَّحَی
وَقَالَ غَیْرُہٗ بِحِسَابٍ وَ مَنَازِلَ لَا یَعْدُوَانِہَا. (بخاری ص ۴۵۴)
''مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چکی کی طرح اَور مجاہد کے علاوہ دُوسرے اہلِ تفسیر محدثین نے کہا ہے کہ حساب سے منزل دَر منزل چلنا مراد ہے جس سے یہ دونوں تجاوز نہیں کر سکتے۔''

اَور سُورۂ یٰسٓ کے جملہ ﴿ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ ﴾ (سورج سے یہ نہیں ہوتا کہ چاند کو پکڑ لے) کی تفسیر میں ہے : لَا یَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِھِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ. ''ایک کی روشنی دُوسرے کی روشنی کو نہیں روکتی۔'' (بخاری ص ۴۵۴)

یعنی یہ مطلب نہیں کہ سورج اَور چاند دونوں ایک آسمان میں ہیں یا جدا جدا آسمانوں میں ہیں بلکہ اِس سے قطع نظر مراد یہ ہے کہ وہ ایک دُوسرے کی روشنی کے لیے جو اِن سے حاصل ہو رہی ہے حجاب نہیں بن سکتے۔ تفسیر اَور ترجمہ کا فرق تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ تفسیر میں معنی مرادی بیان کیے جاتے ہیں کہ متکلم کی یہ مراد ہے اَور ترجمہ لغت کی کتاب دیکھ کر بھی کیا جا سکتا ہے اَور یہ باتیں جو ہم نے یہاں لکھی ہیں تفسیر ہیں۔

اِنسان کی چاند تک رسائی :

اِنسان کی چاند پر رسائی اَور اُس کے عقلی وشرعی اِمکان کے بارے میں حضرت اَقدس مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک وعظ میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا :

....

....

(۱) اَوّل تو مجھے اِسی میں کلام ہے کہ یہ لوگ کرۂ قمر میں پہنچیں گے بھی یا نہیں ؟ گو میں محال بھی نہیں کہتا کیونکہ تدابیر میں حق تعالیٰ نے خاص اَثر رکھا ہے ممکن ہے کہ تدبیر کرتے کرتے کسی دِن یہ لوگ کامیاب ہو جائیں اَور ہم تو جس دِن یہ لوگ کرۂ قمر میں پہنچ جائیں گے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں گے کیونکہ اُس دِن ہم ملحدین کا یعنی اِن ہی سائنس والوں کا منہ بند کر دیں گے جو واقعۂ معراج پر اِعتراض کرتے ہیں اَور اُس کو محال بتلاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم کو اُس نے محال و خلافِ عادت میں فرق بتلا دیا ہے اِسی لیے ہم چاند پر جانے کی تدبیر کو تدبیرِ محال نہیں سمجھتے یہ جہل اُن ہی لوگوں کو مبارک ہو کہ وہ محال و خلافِ عادت کو ایک سمجھتے ہیں دونوں میں فرق نہیں کرتے۔

چنانچہ معراج کے محال ہونے کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ اُوپر ایک طبقہ ایسا ہے جہاں ہوا نہیں ہے اُس میں کوئی متنفس زِندہ نہیں رہ سکتا مگر اِس سے اِستحالہ لازم نہیں آیا صرف اِستبعاد لازم آیا کیونکہ اِنسان کے لیے تنفس عقلاً لازم نہیں صرف عادۃً لازم ہے عقلاً یہ ممکن ہے کہ اِنسان بدونِ تنفس کے زِندہ رہے اَور زیادہ نہیں تو کچھ عرصہ تک تو بدونِ تنفس کے زِندہ رہنا مشاہدہ ہے، جن لوگوں کو ''حبسِ دَم'' کی مشق ہے وہ کئی روز تک اَور بعضے کئی مہینوں تک حبسِ دَم کیے رہتے ہیں اَور زِندہ رہتے ہیں پس اِنسان کا اُس طبقہ میں جہاں ہوا نہیں ہے زِندہ رہنا عقلاً ممکن ہے گو عادۃً مستبعد ہے اَور معجزہ خارقِ عادت ہوتا ہی ہے اَگر معجزہ خارقِ عادت نہ ہو تو معجزہ ہی کیا ہوا۔

غرض یہ لوگ اَگر قمر میں پہنچ جائیں تو ہم تو خوش ہوں گے مگر ہاں اِس اِحتمال سے کہ شاید وہاں جا کر ہلاک و برباد ہوں ہمدردیٔ اِنسان کی وجہ سے جی کڑھتا ہے اَور دِل یہ چاہتا ہے کہ اُن کو راستہ ہی نہ مِلے تو اَچھا ہے کیونکہ چاند کی خاصیت اَبھی تک

محقق نہیں ہوئی کہ اُس میں کشش کا مادّہ بھی ہے یا نہیں جو زمین میں ہے کیونکہ حکماء کا اِس پر اِتفاق ہے کہ زمین پر اِنسان وغیرہ کا اِستقرار اِس وجہ سے ہے کہ اُس میں کشش کا مادّہ ہے اگر یہ مادّہ نہ ہوتا تو آدمی کا زمین پر رہنا اَور دُوسرے کرّات میں نہ چلا جانا ترجیح بلا مرجح ہے۔

آسانی کے لیے یوں سمجھئے کہ زمین کی اَور اُس پر بسنے والی مخلوق کی یہ صورت ہے کہ سب کے قدم تو زمین پر جمے ہوئے ہیں مگر سر کسی کا اُوپر کو ہے اَور کسی کا دُوسرے کے اِعتبار سے نیچے کو ہے۔ اِس صورت میں یقینًا اگر زمین میں کشش کا مادّہ نہ ہوتا تو اِنسان و حیوانات کا اِس پر مستقر ہونا سخت دُشوار ہوتا۔ جامع اَور قمر میں مادّہ کشش کا ہونا اَب تک سائنس والوں کو بھی محقق نہیں ہوا بس یہ لوگ دُور سے ہی حساب لگا رہے ہیں۔[۱]

فوائدِ ضروریہ :

اَب چند ایسی باتیں جن کا اِشکال پیدا ہوتا ہے اَور اُن اِشکالات کا رفع ہونا ضروری ہے عرض کرتا ہوں :

شاید آپ کو یہ شبہ ہوگا کہ جب آسمان ایسی چیز ہے کہ وہ گلیکسیوں[۲] کو محیط ہے تو پھر معراج میں یہ فاصلہ کیسے طے ہوا اَور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیسے اُٹھایا گیا ؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ فاصلہ رُوحانی غلبہ سے طے ہوا تھا۔ اَور ''رُوح'' کی رفتار ''خیال'' کی رفتار سے بہت تیز ہے اَور خیال کی رفتار ''روشنی'' کی رفتار سے اِتنی زیادہ تیز ہے کہ اُس کے لیے قریب و بعید تقریبًا یکساں ہیں مثلاً آپ اگر گھر بیٹھے ہوں تو دُکان تک ''خیال'' جانے میں کوئی دیر نہیں

[۱] یہ وعظ خانقاہِ اِمدادیہ تھانہ بھون میں ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ کو بروز دوشنبہ ہوا۔ یہ التبلیغ کا چھیاسٹھواں وعظ ہے۔ اِس وعظ کا نام ''الحدود و القیود'' ہے، مولانا ظفر اَحمد صاحب نے ضبط کیا اَور اَشرف المطابع تھانہ بھون سے مولانا شبیر علی صاحب نے نشر کیا۔ [۲] کہکشائیں

لگتی اَور اِتنی ہی دیر میں وہ چاند پر پہنچ جاتا ہے اَور اِتنی دیر میں سورج تک۔تو معلوم ہوا کہ ''خیال'' کے لیے ''فاصلہ'' کوئی چیز ہی نہیں حالانکہ ''خیال'' رُوح نہیں ہے بلکہ ایک ایسی طاقت ہے جو ''نیم ماڈّی اَور نیم رُوحانی'' ہے یہ طاقت رُوح کے جسم سے ملنے سے پیدا ہوتی ہے یہ بھی ایک طرح کی نورانی چیز ہے مگر ماڈّی نور سے بہت اَعلیٰ ہے (دَراَصل جسم میں جب رُوح ڈالی جاتی ہے تو اُس سے ایک گرمی پیدا ہوتی ہے اُسی کا نام حیات ہے یہ گرمی بیٹری کا سا کام دیتی ہے اِس میں بیٹری ہی کی طرح کی قوت ہے اَور شاید اِسی لیے اِنسان بیٹری کا کرنٹ نہیں محسوس کرتا)۔

اِس ''خیال'' کی قوت سے کشف بھی ہوجاتا ہے معلومات بھی ہوتی ہیں اَور بہت سے تصرفات مُرتاض[۱] جوگی بھی کرلیتے ہیں۔اِس کی مدد سے دُوسرے لوگوں کے دِلوں میں اَپنی بات ڈالی جاسکتی ہے اَور کچھ جانی بھی جاسکتی ہے اِسی طرح ''اِشراقی'' لوگ جو فلسفی تھے (اَفلاطون وغیرہ) دُور سے ہی اَپنے اُستادوں سے پڑھتے اَور سیکھتے تھے۔اَور اِسی قوت سے تار مِلا کر شیطان اِنسان کے دِل میں وسوسہ ڈالتا ہے یہ سارے کام جو ریڈیائی جیسی لہروں کے ذریعہ ہوتے ہیں۔جس طرح آج ریڈیائی لہروں سے (جو ''غیر مرئی'' اَور ''غیر محسوس'' روشنی کی لہریں ہیں) وائرلیس کرتے ہیں، ایکس ریز سے فوٹو لے لیتے ہیں، ٹیلی ویژن کا عمل اِن ہی سے ہوتا ہے، راکٹ وغیرہ کو کنٹرول کرتے رہے ہیں اَور اِن لہروں کو چاند وغیرہ پر پھینک کر فاصلے ناپتے ہیں اِسی طرح اِس باطنی بیٹری سے بہت سے کام اَنجام پاتے ہیں اَور وہ اِن ماڈّی لہروں سے زیادہ لطیف اَور قوی ہوتی ہیں۔

''رُوحانی قوت'' خیالی قوت سے بڑھ کر ہے :

اِس سے بڑا دَرجہ رُوحانی قوت کا ہے جس کے مقابلہ میں تمام قوتیں ہیچ ہیں کیونکہ رُوح خود ''عالمِ خَلق'' سے نہیں بلکہ ''عالمِ اَمر'' کی چیز ہے۔﴿ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ﴾[۲] ''کہہ دو کہ رُوح میرے رب کے حکم سے ہے (یا عالمِ اَمر سے ہے)۔''

---

[۱] ریاضت کرنے والا [۲] پارہ ۱۵ رکوع ۱۰

اِس لیے جس وقت رُوح کا جسم پر غلبہ ہوجاتا ہے تو اُس کے لیے قریب و بعید یکساں ہوجاتے ہیں وہ اِنسان تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرسکتا ہے گویا اُس کے لیے زمانہ پر بھی تصرف ممکن ہوجاتا ہے (کیونکہ رُوح عالَمِ اَمر کی چیز ہے اَور عالَمِ اَمر خود زمان و مکان سے بالا ہے)۔

سفرِ معراج، وقت و مسافت :

بس معراج میں یہی ہوا کہ جسمِ اَطہر پر بہ اِرادۂ باری تعالیٰ رُوحِ مقدسہ کا تصرف رہا اَور جب ایسی صورت ہوتی ہے تو جسم کو کوئی چیز نہ نقصان پہنچا سکتی ہے نہ اُس کے کام میں رُکاوٹ ڈال سکتی ہے وہ جسم کی محافظ بن جاتی ہے جیسے کوئی ہوائی جہاز میں اَندر بیٹھا ہو تو ہوائی جہاز کا جسم باہر کی پوری فضا کے لیے روک کا کام دیتا ہے اَور باہر کے حصہ میں اَندر کے حصہ سے کوئی نسبت نہیں ہوتی، باہر اَگر کوئی چیز ڈالی جائے گی تو وہ کہیں کی کہیں جائے گی جیسے ریل کی کھڑکی کے باہر پانی ڈالتے ہیں تو کہیں کا کہیں جاتا ہے مگر اَندر اَگر ہاتھ سے گلاس چھوٹے گا تو نیچے ہی کو گرے گا اگر اَندر کا حصہ بھی ہوائی جہاز کے باہر کا حکم رکھتا تو گلاس ہاتھ سے چھوٹتے ہی جسم پر گولی کی طرح لگتا اَور پار ہوجاتا مگر اَندر کا وہ حکم نہیں جو باہر کا ہوتا ہے۔ اِسی طرح جسمِ اِنسانی پر اَگر کسی وقت رُوح کا غلبہ ہوجاتا ہے تو وہ سارے کام جسم سے بھی ممکن ہوتے ہیں جو رُوح کرسکتی ہو اَور جسم رُوح کا مظروف بن جاتا ہے اَور رُوح محیط ہوجاتی ہے اُس کا ظرف بن جاتی ہے اِس لیے معراج میں رسولِ اَکرم ﷺ کے لیے کوئی فاصلہ فاصلہ نہیں رہا اَور جسمِ مبارک (خیال کی رفتار سے بھی کہیں زیادہ رفتار سے) رُوح کی قوت سے سفر طے کرآیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زِندہ اُٹھایا جانا :

اِس طرح سمجھ لیجیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی رُوحانی قوت سے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے۔ ﴿ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ﴾ [1] ''اَور یقینًا اُن کو قتل نہیں کیا بلکہ اُن کو اللہ نے اَپنی طرف اُٹھالیا۔''

---

[1] پارہ ۶ رکوع ۲

(اِس آیتِ مبارکہ میں لفظ "بَلْ" اِستعمال ہوا ہے جیسے آپ کسی سے پوچھیں کہ کیا آپ کھانا کھا رہے تھے تو وہ جواب میں کہتا ہے نہیں بلکہ کتاب دیکھ رہا تھا تو جواب دینے والے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس وقت آپ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں کھانا کھا رہا ہوں تو اُس وقت میں کھانا نہیں کھا رہا تھا بلکہ اُس وقت تو کتاب دیکھ رہا تھا، اِسی طرح اِس جملہ کا مطلب بھی ہے کہ جس وقت وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ اُنہیں قتل کر دیا گیا ہے تو اُس وقت حقیقت یہ نہ تھی بلکہ اُنہیں تو اُٹھا لیا گیا تھا)۔

اَور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آپ دُنیا میں اُتارے جائیں گے تو اُن کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں گے جیسے کہ وہ اَبھی حمام سے غسل کر کے نکلے ہوں۔

اَور واقعہ اِس طرح ہوا تھا کہ وہ غسل سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے اَب واپسی تک وہی صورت قائم رہے گی کیونکہ وہ ایسے عالم میں رہتے ہیں کہ جہاں کششِ ثقل نہیں ہے اِس لیے اُن کے سر مبارک کے قطرے کسی طرف بھی حرکت نہ کریں گے نہ وہاں ایسی فضاء ہے کہ جس سے چیزیں متغیر ہوتی ہیں اِس لیے وہ خشک بھی نہ ہوں گے وہاں کا زمانہ بھی دُنیا کے زمانہ سے مختلف ہے بہت وقت گزر جائے تو بھی محسوس نہیں ہوتا، اُس کا پیمانہ ہی دُوسرا ہے اَلبتہ اَندازہ کے لیے بتلایا گیا۔

﴿ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴾ .(پ ۱۷ رکوع ۱۳)

"اَور تمہارے رب کے یہاں ایک دِن ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم شمار کرتے ہو۔"

آنسٹائن دُنیا اَور مریخ میں بھی اِس تفاوتِ زمانہ کا قائل تھا اَور وہ حساب سے ثابت کرتا تھا۔

"نیند" کیا ہے :

ہوسکتا ہے کہ آسمان پر جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں نیند بھی نہ ہو کیونکہ نیند کا اَصل باعث وہ تھکن ہے جو کششِ ثقل کی وجہ سے اِنسان محسوس کرتا ہے۔ اِسے یوں سمجھئے کہ اِنسان جسم و رُوح سے مرکب ہے، جسمِ خاکی چاہتا ہے کہ زمین کی طرف اِتنا زیادہ جھکے کہ مِل ہی جائے۔ اَور رُوح کے تقاضے اِس سے جدا ہیں۔ اِس لیے جب ہم کھڑے ہوتے ہیں تو جلد تھک جاتے ہیں پھر بیٹھ کر آرام محسوس

کرتے ہیں مگر پھر بھی آخر تھک جاتے ہیں تو آرام کے لیے لیٹنا پڑتا ہے مگر لیٹنے پر بھی پورا آرام نہیں ملتا اِس لیے حق تعالیٰ نیند طاری فرما دیتے ہیں جس سے یہ ہوتا ہے کہ جسم پوری طرح ڈھیلا ہو کر سارا بوجھ (جس کی حقیقت کششِ ثقل ہے) چھوڑ دیتا ہے اَور رُوح کو بھی جسم کی قید سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔

﴿ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا﴾ [1]

''اللہ جانیں کھینچ لیتا ہے جب اُن کے مرنے کا وقت ہوتا ہے اَور جو نہیں مریں اُن کو کھینچ لیتا ہے اُن کی نیند میں۔''

جب رُوح و جسم کو اَپنا طبعی قرار نصیب ہو جاتا ہے تو نیند پوری ہو جاتی ہے اَور بتقاضائے حیات دوبارہ جسم و رُوح کا اِتصال ہو جاتا ہے۔

﴿ فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ [2]

''پھر جن کی موت مقرر کر چکا ہے اُن کو روک لیتا ہے اَور دُوسروں کو ایک مقررہ وعدہ تک بھیج دیتا ہے۔''

اِس حدیث شریف میں بیدار ہونے پر پڑھنے کی یہ دُعا بتلائی گئی ہے :

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ﴾ [3]

''اُس خدا ہی کی تعریف بجا ہے جس نے ہمیں موت کے بعد زِندگی بخشی اَور اُسی کی طرف دوبارہ حشر نشر ہوگا۔''

کہ نیند کے بعد بیداری حقیقتاً ایسی ہے جیسے دوبارہ زندگی کیونکہ دوبارہ اِعادۂ رُوح ہوتا ہے۔

بہرحال یہ تو حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کے سرِ مبارک کا پانی ویسا کا ویسا ہی ہے۔

اَور یہ ہمارا اَندازہ ہے کہ وہ ایسی جگہ ہیں جہاں کششِ ثقل نہیں ہے۔ یہ بھی اَندازہ ہے کہ وہاں کا زمانہ یہاں سے مختلف ہے اَور ہو سکتا ہے کہ اُنہیں گزرتا ہوا محسوس ہی نہ ہوتا ہو کہ کتنا گزرا۔

---

[1] پارہ ۲۴ رکوع ۲ [2] پارہ ۲۴ رکوع ۲ [3] بخاری شریف رقم الحدیث ۶۳۱۲

آج کی سائنسی ترقی سے حدیثِ پاک کی صداقت اَور بھی واضح ہورہی ہے اَور شاید یہی حال قیامت کی زمین کا بھی ہوگا کیونکہ اُس دِن منہ کے بل چلنا اَور دُنیا میں جو بہت وزنی چیزیں ہیں مجرمین کا اُن کو اُٹھانا، پسینہ کا کانوں تک آکر لگا رہنا، وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے کششِ ثقل نہ ہونی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

غرض آج کی تحقیقات سے اَحادیث و آیات کے مطالب سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے اَور اِن علوم کا حاصل کرنا کوئی منع نہیں ہے بلکہ اگر جہاد اَور ترقی اِسلام کے لیے حاصل کیے جارہے ہوں گے تو اَجرِ کثیر حاصل ہوگا۔ اَور اگر جائز مقاصد کے لیے حاصل کیے جا رہے ہوں گے تو یہ جائز ہوں گے اَلبتہ اِتنا شغف کہ خالقِ حقیقی سے غفلت ہوجائے منع ہے اَور یہ دُنیاداری ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے : ﴿ یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ [1]
''وہ جانتے ہیں اُوپر اُوپر دُنیاوی زِندگی کو اَور یہ وہی لوگ ہیں جو آخرت کی خبر نہیں رکھتے۔''

اَکبر مرحوم نے فرمایا ہے :

تم شوق سے کالج میں پلو ، پارک میں پھولو
جائز ہے ہواؤں میں اُڑو ، چرخ پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رکھو یاد
اللہ کو اَور اَپنی حقیقت کو نہ بھولو

وما علینا الا البلاغ

[1] پارہ ۲۱ رکوع ۴ شروع سُورۂ رُوم